Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 02, July-September 2024, **PP**: 01-11
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا تحریک ختم نبوت میں کردار اور خدمات: ایک تاریخی جائزہ

The Role and Contributions of Syed Abul A'alā Maudūdī in the Khatm-e-Nabuwwat Movement: A Historical Analysis

1. Muhammad Adnan aslamadnan@gmail.com	*M.Phil Scholar, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.*
2. Dr. Faridah Yousuf faridahyousuf@gmail.com	*Associate Professor, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.*
3. Noor Muqadsa noormuqadsa1226@gmail.com	*M.Phil Scholar, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.*

How to Cite:	Muhammad Adnan, Dr. Faridah Yousuf and Noor Muqadsa. 2024: "The Role and Contributions of Syed Abul A'alā Maudūdī in the Khatm-e-Nabuwwat Movement: A Historical Analysis". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (02): 01-11
Article History:	**Received**: 14-07-2024 · **Accepted**: 15-08-2024 · **Published**: 04-09-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا تحریک ختمِ نبوت میں کردار اور خدمات: ایک تاریخی جائزہ

The Role and Contributions of Syed Abul A'alā Maudūdī in the Khatm-e-Nabuwwat Movement: A Historical Analysis

1. **Muhammad Adnan**
   M.Phil Scholar, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
   aslamadnan@gmail.com
2. **Dr. Faridah Yousaf**
   Associate Professor, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
   faridahyousuf@gmail.com
3. **Noor Muqadsa**
   M.Phil Scholar, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
   noormuqadsa1226@gmail.com

Abstract

The *Allāh* Almighty appointed the Holy Prophet *Muḥammad* (ﷺ) as the final Messenger and the foremost Leader of all Prophets, granting him the ultimate *Sharīʿah* and *Dīn*, thereby concluding the prophetic tradition. The belief in the finality of prophethood (*Khatm-e-Nabuwwat*) is a core tenet of Islamic faith, firmly established from the time of the Prophet *Muḥammad* (ﷺ). Over the past 1,400 years, numerous false prophets and impostors have appeared, including *Mirzā Ghulām Aḥmad Qādiyānī* in the Indian subcontinent, who falsely claimed prophethood. Despite his followers' continued disputes over the finality of *Muḥammad's* (ﷺ) prophethood, the *ʿUlamāʾ* of the subcontinent have rigorously contested these claims. *Maulānā Maudūdī* played a pivotal role in the 1974 *Taḥrīk Khatm-e-Nabuwwat* (Movement for the Finality of Prophethood). This article highlights *Maulānā's* efforts against the *Qādiyānīs*. His sustained efforts significantly contributed to the 1974 amendment of Pakistan's Constitution, which decisively rejected the *Qādiyānī* claim as false and declared its adherents as non-Muslims, securing unanimous approval in the legislative body.

Keywords: *Khatm-e-Nabuwwat, Maudūdī, Qādiyānī Claims, Constitution, Pakistan Penal Code.*

تمہید

ختم نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے درمیان ایک متفقہ اور اجتماعی عقیدہ اور متفقہ فیصلہ ہے کہ ختم نبوت کا منکر کافر اور مرتد ہے۔ اسی طرح اس فتنے کو سب سے پہلے ختم کرنے کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر فتنہ ارتداد اور فتنہ انکارِ ختم نبوت کی سرکوبی کی۔ برصغیر پاک وہند کی تاریخ اور تحریک تحفظ ختم نبوت کو ہر دور کے مختلف علماء اور مشائخ نے علمی، قلمی اور عملی جہاد کے ذریعے اس کو زندہ رکھا اور عوام الناس میں بیداری اور شعور پیدا کیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت آفاقی اور عالمگیری ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔[1]

(اے رسول) کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی جانب اللہ کا بھیجا گیا رسول ہوں۔

قرآن نے آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے پکارا[2] جس کی روشنی میں علماء نے اس عقیدے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ "عقیدہ

ختم نبوت " درحقیقت امت مسلمہ کی وحدت اور وہ دینی اساس ہے جس سے انحراف امت سے اخراج کا باعث ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی مسلک یا فقہ سے ہو۔ اس وحدت کو توڑنے اور انگریزوں نے اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کو پیش کیا جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی سعی کی۔ مگر مشیتِ ایزدی اور تمام مسالک کے علماء و فضلاء کی متفقہ کوششوں سے آئینِ پاکستان میں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ علماء کے اتحاد و اتفاق کی وجہ سے اس تحریک کو یہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس پوری جدوجہد میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا بہت بڑا کردار رہا۔ زیرِ نظر مقالہ میں تحریک ختمِ نبوت میں کردار اور ان کو پیش آنے والی مشکلات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ تاہم ان پر گفتگو سے قبل مولانا کے مختصر احوال وآثار کو بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی: مختصر احوال وآثار

مولانا سید ابوالاعلی مودودی کا تعلق دہلی کے ایک مقتدر خاندان سے تھا۔ ان کے والد ریاست حیدر آباد دکن سے چلے آئے تھے وہ اورنگ آباد میں وکالت کرتے تھے۔ 1918ء میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔[3] مولانا مودودی کا سلسلہ نسب خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے ملتا ہے۔ اس خانوادے کے پہلے بزرگ جو برصغیر پاک وہند میں وارد ہوئے وہ حضرت ابوالاعلیٰ (م935ھ) تھے جنہوں نے کرنال کے قریب "براس" نامی مقام پر سکونت اختیار کی۔ شاہ عالم ثانی کے زمانے میں یہ خاندان دہلی میں منتقل ہوا۔ ننھیال کی جانب سے سید مودودی ترکی النسل تھے۔ ان کے نانا مرزا قربان علی بیگ سالک بلند پایہ شاعر اور صاحب علم تھے۔ شعر و شاعری میں انہیں مرزا اسد اللہ خان غالب سے تلمذ حاصل تھا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے والد ماجد مولوی سید احمد حسن ایک وکیل تھے۔ انہوں نے مدرستہ العلوم علی گڑھ اور الہ آباد میں تعلیم حاصل کی۔[4]

علمی و عملی زندگی

مولانا مودودی 1323ھ / 1903ء میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ اورنگ آباد کے مدرسہ فوقانیہ سے انہوں نے 1335ھ / 1916ء میں مولوی کا امتحان پاس کیا اس کے بعد وہ دہلی چلے گئے۔ 1918ء میں پندرہ سال کی عمر میں عملی زندگی کا آغاز شعبہ صحافت میں قدم رکھ کر کیا۔ 1920ء میں تاج الدین صاحب کے ہفت روزہ اخبار "تاج" میں اداریہ لکھنے شروع کیے۔ کچھ عرصہ بعد یہ ہفت روزہ سے روزنامہ میں تبدیل ہوگیا۔ سید مودودی تن تنہا اس اخبار کو چلاتے رہے۔[5] فروری 1925ء میں جمعیت علمائے ہند نے سہ روزہ "الجمعیۃ" نکالا تو مولانا محمد عرفان سید مودودی کو الجمعیۃ میں لے گئے۔ سید مودودی الجمعیۃ کے ساتھ اس کی اشاعت کے روزِ اول سے بحیثیت ایڈیٹر وابستہ ہوئے اور 1928ء تک یہ تعلق برقرار رہا۔[6] ابتداء میں کچھ مدت مولانا عرفان کا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے چھپتا رہا اگرچہ عملاً ادارت کی ساری ذمہ داری سید صاحب ہی انجام دیتے رہے۔ جب مولانا عرفان مرکزی خلافت کمیٹی سے وابستہ ہو کر بمبئی چلے گئے تو سید مودودی کا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے لکھا جانے لگا۔[7]

عملی کارنامے

مولانا کو اللہ رب العزت نے تحریر و تقریر کا بھرپور ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کثیر التصانیف شخصیت ہیں۔ "سمرنا میں یونانی مظالم" اور "ترکی میں عیسائیت کی حالت" 1924ء میں دہلی میں شائع ہوئیں تھیں۔ اخلاقیات اجتماعیہ (1924ء) "اسلام کا سرچشمہ قوت (1925ء)، دولت آصفیہ اور برطانیہ (1928ء) اور الجہاد فی الاسلام (1830ء) میں شائع کیں۔[8] قیام حیدر آباد کے زمانے

میں انہوں نے تاریخ آل سلجوق تالیف کی اور ابن خلکان کے ان حصوں کا ترجمہ کیا جو مصر کے فاطمی خلفاء سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے نظام الملک آصف جاہ اول کی سیرت لکھی اور مختصر تاریخ دکن مرتب کی۔[9] 1932ء میں جامعہ عثمانیہ کے لیے ملا صدر الدین شیرازی کی عربی فلسفے کی ایک بہت مشکل کتاب "اسفار اربعہ" کے ایک حصے کا ترجمہ کیا مگر شائع نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ دو اور مضامین لکھے ان میں سے پہلا "مونٹی کارلو کا جوئے خانہ" 1982ء میں روزنامہ جسارت میں شائع ہو چکا ہے اور دوسرا ٹیگور کی گیتا نجلی کا اردو ترجمہ اب نایاب ہے۔[10] 1933ء میں سید مودودی نے ابو محمد مصلح بانی عالم گیر تحریک قرآن سے رسالہ ترجمان القرآن حاصل کیا جو آج تک دینی اور علمی حلقوں میں پڑھا جاتا ہے۔ ترجمان القرآن میں انہوں نے مسلمانوں کو درپیش سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل پر لکھنا شروع کیا اور احیائے دین کی دعوت پیش کی۔[11] مولانا مودودی نے 1941ء لاہور میں جماعت اسلامی قائم کی۔[12]

سید مودودی طویل عرصہ پتھری کی بیماری میں مبتلا رہے۔ اندرون ملک نامور اطباء اور ڈاکٹروں کے علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا کئی بار آپریشن کئے گئے مگر اس بیماری سے نجات نہ ملی۔ اس کے ساتھ ہی گھٹنوں میں درد رہنے لگا۔ سید مودودی ان بیماریوں کے باوجود تحریکی کاموں میں منہمک رہے۔ آخر جب صحت بہت کمزور ہوگئی اور احباب کا اصرار بڑھنے لگا کہ بیرون ملک جاکر علاج کرایا جائے تو 1968ء میں لندن گئے۔ کامیاب آپریشن ہوئے مگر صحت نہ سنبھلی- آخری بار 26 مئی 1979ء کو بغرض علاج امریکہ گئے جہاں ان کے فرزند ڈاکٹر احمد ہارون مقیم تھے۔ 4 ستمبر کو بفیلو (امریکہ) میں ان کے گردے کا دوسرا آپریشن ہوا۔ 8 ستمبر کو دل کا دورہ پڑا۔ حالت سنبھلنے پر 21 ستمبر کو پھر حالت تشویشناک ہوگئی۔ جگر اور گردے نے کام کرنا بند کر دیا اور دوسرے روز 22 ستمبر 1979 / 30 شوال 1399ھ کی شام روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ میت پاکستان لائی گئی۔ کراچی اور لاہور میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ 26 ستمبر 1979ء / 4 ذی قعدہ 1399ھ کو 5۔اے ذیلدار پارک میں آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔[13]

مارشل لاء 6 مارچ 1953ء

مارچ 1956ء میں گرفتاریوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں احتجاج کا لاوا پھٹ پڑا۔ صوبہ پنجاب اس سے خاص طور پر متاثر ہوا۔ 5،4 مارچ 1953ء کی درمیانی شب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے مولانا مفتی محمد حسنؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ سے مل کر وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو تار بھیجا کہ پنجاب کے حالات تیزی سے بگڑ رہے ہیں۔ انہیں ملاقات کا موقع دیا جائے۔ 5 مارچ کی صبح مولانا نے اسی نوعیت کا ایک اور تار بھیجا لیکن وزیر اعظم کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ 5 مارچ کی سہ پہر گورنر پنجاب مسٹر چندریگر نے گورنمنٹ ہاؤس میں ایک کانفرنس بلائی جس میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مدعو تھے۔ انہوں نے اس موقع پر گورنر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بدامنی کی یہ حالت حکومت کی اس غلطی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ اس نے عوام کے مطالبات کو پھر کوئی وجہ بتائے ٹھکرا دیا ہے۔ امن دو ہی طریقوں سے قائم ہو سکتا ہے یا طاقت سے اپنی قوم کو دبا دیجئے یا قوم کو راضی کرکے امن قائم کیجئے جس کی صورت یہ ہے کہ آپ آج رات ریڈیو پر اعلان کیجئے کہ وزیر اعظم صاحب عوام کے مطالبات پر گفتگو کرنے کے لیے تیار ہیں۔[14] مولانا کی تجویز کو گورنر نے پسند کیا اسی وقت ایک مسودہ بھی تیار کیا گیا جسے رات ریڈیو پر نشر کیا جانا تھا لیکن چند گھنٹے بعد تجویز رد کر دی گئی اور اس کے بجائے عوام کو طاقت کے زور سے دبا کر امن قائم کرنے کو ترجیح دی گئی۔ آخر کار 5 مارچ کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنا رسالہ "قادیانی مسئلہ" شائع کیا جو ایک ماہ کے دوران ہزارہا کی تعداد میں تقسیم ہو گیا۔ ممکن تھا عام حالات میں اس رسالہ سے کوئی خرابی نہ ہوتی لیکن اس وقت قادیانیت کے خلاف مسلمان عوام میں سخت اشتعال پیدا ہو چکا تھا۔[15] اس وقت سکندر مرزا سیکرٹری دفاع تھے۔ وہ ملک غلام احمد گورنر جنرل سے ملے اور دونوں کی ملی بھگت سے 6 مارچ 1953ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔[16]

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی گرفتاری

مولانا مودودی 27 اور 28 مارچ 1953ء کی درمیانی شب اپنی رہائش گاہ سے گرفتار کیے گئے۔ اسی شب لاہور میں جماعت اسلامی کے بارہ ذمے دار کارکنوں کو بھی گرفتار کیا گیا جس میں میاں طفیل محمد سمیت ملک نصر اللہ خان عزیز، مولانا امین احسن اصلاحی اور سید نقی علی شامل تھے۔[17] اس سلسلہ میں پہلی عجیب بات یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کو گرفتاری کے وقت سے مقدمہ چلائے جانے کے دو دن پہلے تک نوعیتِ جرم نہیں بتائی گئی۔ گرفتاری سے لے کر 3 مئی 1953ء تک کی مدت میں ان سے قلعہ لاہور میں ان دفعات کی خلاف ورزی کے جرم کی تفتیش کی بجائے جماعت اسلامی کے ذرائع آمدنی بیت المال کے حساب اور کسی فرضی خفیہ امداد کے بارے میں جرح وسوالات ہوتے رہے۔[18] اگر جرم وہی تھا جس پر حراست کے 37 دن بعد مقدمہ چلایا گیا تو کیا وجہ تھی کہ اس مکمل عرصہ میں عوام کو اور نہ خود ملزمان ہی کو ان کے جرم سے واقف کیا گیا؟ غلام محمد اس پورے عرصہ میں گورنر ہاؤس لاہور میں رہے تاکہ فوجی عدالت میں ججوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلا سکیں۔[19] فوجی عدالت کو کوئی الزام چاہیے تھا جس کی بنا پر وہ مولانا مودودیؒ پر مقدمہ چلاتی۔ چنانچہ اس نے یہ الزام باندھا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے فروری، مارچ 1953ء میں اخبارات کو دو بیان دیے اور "قادیانی مسئلہ" نامی کتابچہ لکھا تھا۔ یہ دونوں کام بھی لاہور میں مارشل لاء 1953 لگنے سے پہلے ہوئے تھے۔ اصحاب اقتدار نے ایسا مضحکہ خیز اقدام کرنے سے بھی گریز نہ کیا جو ان کی نیتوں کے فتور کو آشکار کر دینے والا تھا۔ بڑی دیدہ دلیری سے انہوں نے ایک نیا مارشل لاء (ریگولیشن نمبر 24) بناڈالا جس کی رو سے فوجی عدالتوں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ مارشل لاء سے پہلے ساعت بھی کر سکتی ہے۔[20] 8 مئی 1953ء کو مولانا مودودیؒ کا مقدمہ سینٹرل جیل لاہور کی ایک خاص عمارت میں شروع ہوا۔ مولانا مودودیؒ کے 27 فروری والے اس بیان میں جس میں انہوں نے حکومت کے بارے میں کہا تھا "وہ تھانیدار کے دماغ سے سوچتی ہے۔" سے متعلق ان کے وکیل چوہدری نذیر احمد نے مشورہ دیا کہ مولانا صرف اتنی بات کہہ دیں کہ روزنامہ تسنیم میں شائع ہونے والے بیان کا حرف، بحرف درست ہونا یا ان کی تحریر کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ پھر وہ خود بحث کرلیں گے لیکن مولانا نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس کے ایک ایک لفظ کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔[21]

فوجی عدالت کے سامنے بیان

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے 7 مئی 1953ء کو فوجی عدالت میں ایک مفصل بیان دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ میں اس ملک میں ایک نکتہ خیال رکھنے والی جماعت کا سربراہ ہوں اور مجھے پورا حق ہے کہ میں برسر اقتدار جماعت کی پالیسیوں پر تنقید کروں حتیٰ کہ میں اس کی غلطیاں واضح کرکے عوام سے یہ اپیل کرنے کا حق رکھتا ہو کہ اس پارٹی کو اقتدار سے ہٹایا جائے۔[22] رسالہ قادیانی مسئلہ کی اشاعت کے متعلق مولانا مودودیؒ نے فوجی عدالت کے سامنے یہ صفائی دی کہ اس دوران مَیں نے یہ دیکھا کہ ایک طرف کچھ لوگ قادیانی مسئلہ کو حل کرانے کے لیے حکومت پر ڈائریکٹ ایکشن کے ذریعہ دباؤ ڈالنے پر تلے ہوئے ہیں اور انہوں نے عوام کو شدت سے مشتعل کر دیا ہے اور دوسری طرف حکومت نہ عوام کے مطالبہ کو منظور کرتی ہے اور نہ اس کو رد کرنے کی کوئی وجہ بتاتی ہے۔ یہ محسوس کیا کہ اس صورت حال میں سخت ناگوار واقعات پیش آجانے کا ہر وقت امکان ہے اور میرا فرض ہے کہ قادیانی مسئلہ کی اہمیت اور نزاکت اور اس کے حل کرنے کی ضرورت سمجھانے کے لیے آخری کوشش کروں۔[23] مولانا نے اسی روز (7 مئی 1953ء) اپنے دست راست میاں طفیل محمد کو ان الزامات کا تقریباً بیس صفحات پر مشتمل جواب لکھوایا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اسے پڑھا تو کہا کہ مجھے محسوس ہوا کہ مولانا مودودیؒ کے صبر وضبط اور سکون واطمینان کا جب میں نے کوئی اندازہ لگایا تو ہمیشہ اس سے کچھ زائد نکلے۔ اس بیان میں بھی نہ

غصہ، نہ سختی اور نہ درشتی بلکہ اس کی بجائے وہی باوقار انداز، سنجیدہ طرز بیان ٹھوس دلائل اور مناسب طریق استدلال۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ جیل کی چار دیواری میں نہیں بلکہ اپنی لائبریری کی پر سکون فضا میں بیٹھ کر یہ بیان لکھا ہے۔[24] 9 مئی 1952ء کو سماعت ختم ہوئی فیصلہ سنائے بغیر عدالت برخاست ہوگئی۔ اخبار تسنیم میں بیانات شائع کروانے کے جرم میں آپ کو سات سال قید بامشقت اور ملک نصر اللہ خاں عزیز کو تین سال قید بامشقت ہوئی۔ کتاب قادیانی مسئلہ کے پرنٹر اور پبلشر کی حیثیت سے سید نقی علی کو نو سال قید بامشقت اور قادیانی مسئلہ لکھنے کے جرم میں مولانا مودودی کو سزائے موت کی سزا سنائی گئی۔[25]

رحم کی اپیل سے انکار

میاں طفیل محمد ان واقعات کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب فوجی عدالت کے حضرات جیل کے اس وارڈ میں آئے جہاں مولانا مودودی موجود تھے تو کہا گیا کہ اگر سزائے موت کے خلاف رحم کی اپیل کرنا چاہیں تو سات دن کے اندر کر سکتے ہیں۔ میاں طفیل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مولانا کا چہرہ تمتما اٹھا اور انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ "مجھے اس سزا کے خلاف کوئی اپیل نہیں کرنی۔ آپ کو جو کچھ کرنا ہے آپ کیجئے۔"[26]

مولانا مودودی کی سزا کے خلاف عالم اسلام کا احتجاج

مولانا مودودی کی سزائے موت کے خلاف پاکستان سمیت پورے عالم اسلام میں احتجاج کیے گئے۔ عراق میں اہل سنت و الجماعت کے پیشوا امجد الزہاوی اور شیعان عراق کے مجتہد اعظم محمد الخالصی نے سزا کی تنسیخ کا مطالبہ کیا۔ اخوان المسلمون مصر اور فلسطین کے مفتی اعظم امین الحسینی مرحوم نے تار دیا کہ وہ امید کرتے ہیں حکومت پاکستان عقلمندی سے کام لیتے ہوئے مولانا مودودی کی سزا کو منسوخ کرے گی۔ انڈونیشیا کے عیسیٰ انصاری نے ساٹھ اسلامی پارٹیوں کی طرف سے تار دیا اور لکھا اگر پاکستان کو سید مودودی کی ضرورت نہیں تو دنیائے اسلام کو ان کی ضرورت ہے۔ دمشق میں پاکستانی سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ کیا گیا۔ قاہرہ بغداد اور دمشق کے اخبارات نے سزا کی منسوخی کا مطالبہ کرتے ہوئے سید صاحب کو خراج تحسین پیش کیا اور انہیں صف اول کا ایک جلیل القدر مجاہد صادق قرار دیا۔ انگلستان میں مقیم مسلمانوں اور طلبہ نے احتجاجی تار بھیجے۔ کانپور بھارت کے جریدہ سیاست جدید نے "آخری سلام" کے عنوان سے اداریہ لکھا جسے ان موثر الفاظ پر ختم کیا:

> آپ رسول اللہ ﷺ کی امت کی راہبری کے لئے پھانسی کے تختے پر چڑھ رہے ہیں۔ آپ اللہ کے پاس جا رہے ہیں۔ جب وہ آپ سے سوال کرے کہ آپ کو کس گناہ پر قتل کیا گیا تو آپ یہ ضرور کہیے گا کہ آپ کے حبیب ﷺ کو خاتم النبیین ثابت کرنے کے جرم میں مجھے پھانسی کے تختے پر لٹا دیا گیا۔ مولانا مودودی آپ کو ہندوستانی مسلمان کا آخری سلام۔[27]

پنجاب کے ہنگاموں کی تحقیقات کے لیے تحقیقاتی عدالت کا قیام

عالم گیر سطح پر احتجاج کے بعد حکومت کو مجبوراً مولانا مودودی کی سزا مؤخر اور سزائے موت منسوخ کر کے 14 سال بامشقت سزا مقرر کر دی۔ ہنگاموں کی تحقیقات کے لیے جو عدالت قائم کی گئی اس عدالت کے صدر جسٹس محمد منیر اور دوسرے ممبر پنجاب کورٹ کے جج جسٹس کیانی تھے۔ ایک مخصوص قانون کے تحت تین معاملات کی تحقیق اس عدالت کے سپرد کی گئی:

- وہ حالات جو 6 مارچ 1953ء کو لاہور میں مارشل لاء کا اعلان کرنے کے موجب بنے۔

- ہنگاموں کی ذمہ داری۔
- ہنگاموں کو روکنے اور بعد میں ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے صوبے کے دیوانی (سول) حکام کی تدبیر کا کافی ہونا یا نہ ہونا۔

عدالت نے جولائی 1953ء کے آغاز سے فروری 1954ء کے اختتام تک اپنی تحقیقات جاری رکھیں۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ان سب باتوں کے بڑے مدلل جواب دیے اور جوانمردی سے اپنے ہر اقدام کا جواز ثابت کیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے دونوں عدالتیں اس سے متاثر نہ ہوئیں۔[28]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس عدالت میں تین مرتبہ تحریری بیانات دیے۔ پہلا بیان 29 جولائی 1953ء کو، دوسرا 8 نومبر 1953ء کو تحریری شکل میں اور تیسرا 13 فروری 1954ء کو عدالت مذکور میں پیش کیا گیا۔ ان تینوں بیانات میں بڑے مفصل انداز میں قادیانی مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تحریک ختم نبوت میں اپنے کردار کے متعلق واضح انداز سے موقف بیان کیا۔ عدالت نے اس سارے واقعے کے متعلق منیر انکوائری رپورٹ شائع کی جو 9 اپریل 1954ء کو پیش کی گئی۔ نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

> اصل معاملہ یہ تھا کہ 1952ء کی تحریک اور اس سے قبل اسلامی دستور کی فضا تحریک پر بہت اثر انداز ہوئیں۔ اس کی صورت سیکولرازم کا علمبردار طبقہ جو کبھی قائداعظم کا اور کبھی اقبال کا غلط سہارا لیتا رہتا ہے، نے محسوس کیا کہ میدان ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ لہٰذا عدالت تجزیہ احوال کے لیے بیٹھی، اس نے دانستہ ایسے مباحث کو چھیڑا جن میں مختلف علماء کو عدالت کی بااختیار کرسی پر بیٹھ کر سامان تمسخر بنایا جاسکتا تھا۔[29]

جسٹس منیر کی سخت تنقیدی تحقیق جو کہ "منیر رپورٹ" کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ مذہبی کارندوں کے خلاف جدیدیت کا رد عمل تھی اور حکومت اسلامی پارٹیوں کے درمیان تعلقات کے توازن میں جرات مند تبدیلی کو ظاہر کرتی تھی۔ حکومت مکمل طور پر آگاہ تھی کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے خلاف اس کا مقدمہ کمزور ہے۔ اس کو ان کی گرفتاری کی وضاحت کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ مولانا مودودی کی سزا کے چار دن پہلے جسٹس منیر نے امریکی کونسلر کو بتایا کہ ان کی بے ضابطہ درخواستیں اور خطوط پہلے ہی مارشل لاء کے اقدامات کے خلاف جا رہے ہیں۔ خصوصاً ان مقدمات کے خلاف جو کوٹ مارشل میں چلائے گئے تھے اور جن میں سخت سزائیں دی گئی تھیں۔ اگر فوج، جسٹس منیر یا مذہب مقتدر طبقہ یہ خیال کرتا کہ اسی طرح وہ سیاست کو اسلامی پارٹیوں سے پاک صاف کریں گے تو وہ اس بات میں غلطی پر تھے۔ جب غلام محمد گورنر جنرل نے آمرانہ قدم کر کے دستور ساز اسمبلی توڑ دی تو اس کے ساتھ ہی اس اسمبلی کے بنائے ہوئے چالیس قوانین بھی معطل ہو گئے جس کے نتیجے میں مارشل لاء 1953ء کے قیدیوں کو عارضی ضمانت پر رہائی مل گئی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو بھی یہ رعایت ملتی لیکن حکومت نے اسے چھپائے رکھا پھر بتایا کہ حکومت نے سید صاحب کے پورے مقدمہ کو فیڈرل کورٹ کے ایک جج کے سامنے پیش کیا اور اس نے ان کی سزا کو 14 سال سے کم کر کے تین سال کر دیا ہے۔[30] پنجاب ہائی کورٹ کے ایک فیصلہ کی بنا پر وہ ایکٹ غیر قانونی قرار دے دیا گیا جس کے تحت مارشل لاء کی سزائیں بحال رکھی گئی تھیں۔ اس ایکٹ کی تنسیخ کے بعد مولانا مودودیؒ 28 مئی 1955ء کو جیل سے رہا کر دیے گئے۔[31]

تحریک ختم نبوت میں مولانا مودودی کا کردار

18 مئی کے دن سید سلیمان ندوی نے علماء کے بورڈ کا جلسہ طلب کیا تاکہ سرکاری پالیسی بنائی جائے۔ شیخ سلطان احمد نے اس بورڈ میں جماعت کی نمائندگی کی۔ بورڈ نے مطالبہ کیا کہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، ظفر اللہ خان کو وزارت سے نکالا جائے اور حکومت کی تمام اعلیٰ ملازمتوں کو احمدیوں سے پاک کیا جائے۔ بورڈ نے ایک مجلس عمل بھی تشکیل دی تاکہ فیصلوں کو عملی

جامہ پہنایا جائے۔ امین احسن اصلاحی کو مجلس عمل کا نائب صدر مقرر کیا گیا اور ملک نصر اللہ عزیز کو اس کا ایک رکن بنایا گیا۔ 7 جولائی 1952ء کے دن احمدیوں اور احراریوں کے درمیان متوقع لڑائی کے پیش نظر لاہور میں دفعہ 144 نافذ کر دی گئی۔ 18 جولائی علماء کنونشن کے فیصلہ کے مطابق قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے مطالبے کے حق میں پورے ملک میں احتجاج ہوا۔ پولیس کی ملتان کے شہریوں پر فائرنگ کے بعد وزیر اعلیٰ نے 20 جولائی 1952 کو بیان دیا قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارے میں ہم آئین سے رجوع کریں گے۔ 27 جولائی کو لاہور میں علماء نے ایک اجلاس میں مطالبہ کیا کہ وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کو ان کے عہدے سے ہٹایا جائے احمدی حضرات کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔[32] جولائی 1952ء اور جنوری 1953ء میں مولانا مودودی نے علماء سے احتجاج کے خلاف رابطہ کیا کہ وہ اپنی توجہ اسلامی دستور پر رکھیں اور اتحاد قائم رکھیں جس کے نتیجہ میں قرارداد مقاصد وجود میں آئی تھی۔ ان کی دلیل تھی کہ اسلامی دستور احمدی مسئلہ کو دوسرے مسائل کے ساتھ حل کر دے گا۔ مولانا مودودی کہتے ہیں عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جڑ کی اصلاح پر اپنی تمام کوششوں کو مرکوز کر دیں یعنی ساری قوم اپنی متحدہ طاقت کے دباؤ سے یہاں ایک خالص اسلامی دستور بنوائے اور پھر اس دستور کے مطابق حکومت کا انتظام چلانے کے لیے صالح لوگوں کو منتخب کرے۔ یوں بیک وقت سارے ہی فتنوں کا سدباب ہو جائے گا جس میں ایک قادیانی فتنہ بھی ہے۔[33] مولانا نے اپنے اس موقف کا اظہار تحقیقاتی عدالت کو بیان دیتے ہوئے بھی کیا۔[34] مولانا مودودی زیادہ اس بات پر فکر مند تھے کہ یہ فسادات ناظم الدین حکومت پر کیا اثر ڈالیں گے؟ کیونکہ ان کے خیال میں یہ حکومت ان کے لیے ایک اثاثہ تھی۔ اس کے علاوہ یہ فسادات دستور کے حصول میں رکاوٹ بن رہے تھے۔ جون 1952ء میں احرار جب احمدیوں کے خلاف اپنی مہم میں مشغول تھے تو جماعت نے قومی پیمانہ پر اسلامی دستور کے حق میں دستخط حاصل کرنے کی مہم شروع کر دی۔ جولائی میں احمدیوں کے خلاف احتجاج بدتر شکل اختیار کر گیا۔ جماعت نے مطالبہ کیا کہ حکومت اسمبلی کے اجلاس سے قبل بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کے مندرجات شائع کرے تاکہ ان کے اسلامی تعلیمات پر مبنی ہونے یا نہ ہونے کا جائزہ لیا جاسکے۔ اس کے بعد جماعت اور علماء کی دوسری پارٹیوں نے 19 دسمبر 1952ء کو کراچی میں یوم دستور منانے کا فیصلہ کیا۔ ترجمان القرآن کے اگست 1952ء کے شمارے میں مولانا مودودی کا احمدیوں کے خلاف ایک تفصیلی مذمتی مضمون شائع ہوا جس میں انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی منشوری تجاویز میں احمدیوں کے اسلام سے اخراج کا مطالبہ شامل کریں گے۔ اس شمارے میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ غیر مسلم اقلیتوں کے لیے جداگانہ انتخابات اور نشستوں کے تناسب کا اطلاق قادیانیوں کے لیے بھی ہونا چاہیے۔[35]

ڈائریکٹ ایکشن کی مخالفت

جولائی 1952ء میں احرار نے لاہور میں تمام مذہبی جماعتوں کا ایک کنونشن منعقد کیا جس میں جماعت اسلامی کی طرف سے مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اور ملک نصر اللہ خان عزیز صاحب اس میں شرکت کی۔[36] منشوری تجاویز میں احمدیوں کے اسلام سے اخراج کا مطالبہ کیا۔ ان مطالبات کے پیش نظر دو مقصد تھے:

- ایک یہ کہ عوام کی توجہ دستور کے مسئلہ پر مرکوز کی جائے۔
- دوسرا عوام کی ذہنیت کو ہنگاموں سے ہٹا کر آئینی جدوجہد کی طرف موڑا جائے۔

مولانا نے اس تحریک کو آئینی طریقے کا پابند رکھنے کی مکمل کوشش کی مگر جب حکومتی سطح پر ان کے مطالبے پر توجہ نہ دی گئی تو کچھ لوگ اس مسئلے کو ڈائریکٹ ایکشن کے ذریعے حل کرنے کی سوچنے لگے۔ جن محترم علمائے کرام نے دو سال پہلے کراچی میں جمع ہو کر اسلامی ریاست کے 22 اصول طے کیے تھے انہوں نے دوبارہ جنوری 1952ء میں جمع ہو کر ان دستوری سفارشات کا مفصل

جائزہ لیا اور جہاں جہاں اختلاف تھا وہاں متبادل تجاویز پیش کیں۔[37] سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

> ان میں سے ایک ترمیم یہ بھی ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب مرکزی اسمبلی میں ان کے لیے ایک نشست مخصوص کردی جائے۔[38]

قادیانی ان دنوں انقلاب لانے کی سازشوں میں مصروف تھے۔ اس جماعت کے سربراہ تنظیم اور قوت کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہم ہمت اور تنظیم کے ساتھ محنت کریں تو 1952ء میں انقلاب برپا کرسکتے ہیں۔ 1952ء گزرنے نہ دیجئے جب احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگرے۔[39] کراچی کانفرنس جنوری 1953ء کے فیصلے کی رو سے ایک جنرل کونسل بنائی گئی جس میں مختلف مذہبی جماعتوں کے نمائندے تھے۔ ان میں سے جن 19 ممبروں کو مجلس عمل کا رکن بنایا گیا ان میں سید ابوالاعلیٰ مودودی شامل تھے۔[40] 23 جنوری کو ایک وفد وزیر اعظم پاکستان سے ملا، قادیانیوں کے مسئلہ پر اس نے ایک ماہ کی مہلت دیتے ہوئے انہیں ڈائریکٹ ایکشن کا نوٹس دیا جس میں مولانا مودودی نے ملک نصر اللہ خان عزیز کے ذریعے ایک تحریری احتجاج پیش کیا کہ مرکزی مجلس عمل کے فیصلہ کے بغیر ڈائریکٹ ایکشن کا پروگرام خلاف ضابطہ ہے۔[41]

مولانا نے 30 جنوری 1953ء میں لاہور میں ایک جلسہ عام سے تقریر کرتے ہوئے جہاں اسلامی دستور کی اہمیت بیان کی وہاں حکومت سے یہ شکوہ بھی کیا کہ اس نے قادیانیوں کے مسئلہ کو پھر نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ تمام مسلمانوں نے بالاتفاق یہ کہا تھا کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔[42] مولانا مودودی کے مطالبہ پر مرکزی مجلس عمل کا ایک اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ اجلاس 17 فروری 1953ء کو لاہور میں ہوا۔ مولانا مودودی نے ملک نصر اللہ خان عزیز اور میاں طفیل محمد کو اپنی طرف سے جماعت اسلامی کے نمائندوں کی صورت میں اس اجلاس میں شریک ہونے کے لیے بھیجا۔ مولانا نے اپنے تمام اعتراضات تحریری شکل میں بھیجے لیکن جاتے ہی معلوم ہوا کہ یہ مرکزی مجلس عمل کے اجلاس کے بجائے احرار اور جمعیت علمائے پاکستان کے ان لیڈروں کا اجلاس تھا جو ڈائریکٹ ایکشن کی تیاریاں کر رہے تھے۔[43] 22 فروری 1953ء کو مولانا مودودی کو مرکزی مجلس عمل کی طرف سے اس اجلاس میں شرکت کا دعوت نامہ وصول ہوا جو 26 فروری کو کراچی میں ہونا تھا۔ مولانا نے سلطان احمد امیر جماعت اسلامی سندھ کو نمائندہ مقرر کیا۔ آپ نے تحریری ہدایات بھیجیں کہ وہ ڈائریکٹ ایکشن کے سلسلہ کی تمام بے ضابطہ کارروائیوں پر اعتراض کریں۔[44] 26,27 فروری 1953ء کی شب تحریک ڈائریکٹ ایکشن کے متعدد رہنما گرفتار کر لیے گئے۔ سید مودودی اس تحریک کے حق میں نہ تھے۔ مولانا کا موقف تھا کہ راست اقدام کی صورت میں حکومت سے ٹکراؤ ہو گا جس کے نتیجے میں آئین کے بارے میں علماء کی تمام سفارشات رائیگاں جائیں گی۔[45] یہی رائے جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے اپنی جولائی 1952ء کے اجلاس میں ظاہر کی تھی۔[46]

7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کے لئے آئین میں ترمیم کی اور مسئلہ قادیانیت ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ مسلم اور غیر مسلم کی تعریف بھی مولانا مودودی کی تحریر سے اخذ کی گئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے مولانا مودودیؒ کو بڑا منفرد مقام عطا کیا۔ یہ ان کی بالغ نظری، ہنود و یہود کی سازشوں اور عالمی استعماری ہتھکنڈوں پر گہری نظر کا ہی نتیجہ تھا جس سے تحریک ختم نبوت میں ان کے لازوال کردار اور انتھک مساعی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نتائج بحث

عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی اور اجماعی عقیدہ ہے جس کے مطابق رسول اکرم ﷺ اللہ کے آخری رسول اور پیغمبر

ہیں۔ آپ ﷺ کی رسالت تا قیامت باقی اور شریعتِ محمدیہ آخری شریعت اور دستورِ عمل ہے۔ اس عقیدہ کے منافی کوئی بھی دعویٰ یا عقیدہ اسلام سے خروج کا موجب ہے۔ برصغیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام جھوٹے مدعیانِ نبوت میں آتا ہے جس کے خلاف پاکستان کے علماء وفضلاء نے بہت کوششیں کی۔ ان علماء میں ایک نمایاں نام سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ہے جنھوں نے تحریک ختمِ نبوت میں کلیدی کردار ادا کیا۔ آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ اس فتنہ کی بھرپور سرکوبی کی جس کی پاداش میں آپ جیل گئے، سختیاں برداشت کیں، آپ کو سزائے موت سنائی گئی جو بعد ازاں عمر قید اور پھر تین سال میں تبدیل ہوئی اور آخرکار آپ رہا ہوئے لیکن اپنے موقف سے دستبردار نہ ہوئے۔ آپ مزاحمت کی بجائے دستوری اور آئینی جدوجہد کے حامی تھے۔ آخرکار 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی نے مسلم اور غیر مسلم کی تعریف کے لئے آئین میں ترمیم کی اور مسئلہ قادیانیت ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ مسلم اور غیر مسلم کی تعریف بھی مولانا مودودی کی تحریر سے اخذ کی گئی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے مولانا مودودیؒ کو بڑا منفرد مقام عطا کیا۔ یہ ان کی بالغ نظری ،ہنود و یہود کی سازشوں اور عالمی استعماری ہتھکنڈوں پر گہری نظر کا ہی نتیجہ تھا۔

حوالہ جات وحواشی

[1] سورۃ الاعراف 158:07۔

[2] سورۃ الاحزاب 40:33،

[3] سید محمد سلیم، پروفیسر، **سید ابوالاعلیٰ مودودی**، (لاہور: ادارہ فاران نشریات، جنوری 1992ء)، ص 11۔

[4] اختر راہی، **تذکرہ علمائے پنجاب**، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1998ء)، ص 142۔

[5] چوہدری عبد الرحمن، **سید ابوالاعلیٰ مودودی**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 1971ء)، ص 65۔

[6] محمد یوسف بھٹہ، **مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، 1984ء)، ص 25۔

[7] عاصم نعمانی، **مکاتیب سید ابوالاعلیٰ**، (لاہور: ایوان ادب، جون 1970ء)، 2/318۔

[8] سید محمد سلیم، **سید ابوالاعلیٰ مودودی**، ص 11۔

[9] امتیاز احمد، ڈاکٹر، **مولانا مودودی کی نثر نگاری**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، ستمبر 2007ء)، ص 33۔

[10] ایضاً۔

[11] اختر راہی، **تذکرہ علمائے پنجاب**، 1/44۔

[12] آباد شاہ پوری، **تاریخ جماعت اسلامی**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، 1989ء)، 1/439۔

[13] اختر راہی، **تذکرہ علمائے پنجاب**، 1/47۔

[14] میاں طفیل محمد، **جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، 1952ء)، ص 81-82۔

[15] محمد سرور، **مولانا مودودی اور ان کی تحریک اسلامی**، (لاہور: دار الکتاب، جولائی 2004ء)، ص 210-211۔

[16] میاں طفیل محمد، **جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد**، ص 82۔

[17] ایضاً، ص 86۔

[18] جماعت، **مقدمہ سید ابوالاعلیٰ مودودی**، (کراچی: مکتبہ جماعت اسلامی، 1953ء)، ص 11-13۔

[19] محمد چوہدری عبد الرحمٰن، **سید ابوالاعلیٰ مودودی**، ص 24۔

[20] ایضاً، ص 34-35۔

[21] ایضاً، ص27۔

[22] جماعت، **مقدمہ سید ابو الاعلیٰ مودودی**، ص34۔

[23] ایضاً، ص31۔

[24] ماہنامہ: **چراغ راہ**، (کراچی: اکتوبر 1953ء)، ص10۔

[25] عبد الرحمٰن، **سید ابو لاعلیٰ مودودی**، ص30-31۔

[26] میاں طفیل محمد، **جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد**، ص58۔

[27] سید ابو الاعلیٰ مودودی، **تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر تبصرہ**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 1994ء)، ص11۔

[28] محمد سرور، **مولانا مودودی اور ان کی تحریک اسلامی**، ص211۔

[29] نعیم صدیقی، **تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر تبصرہ** (تحقیقاتی عدالت 1953ء کا حدود سے تجاوز) ص1009۔

[30] عبد الرحمٰن، **سید ابو الاعلیٰ مودودی**، ص269۔

[31] میاں طفیل محمد، **جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد**، ص84۔

[32] رضی الدین رضی، شاکر حسین شاکر، **پاکستان 53 سال 14 اگست 1947ء سے 14 اگست 2000ء تک**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2001ء)، ص 108۔

[33] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **اشارات**، (لاہور: ماہنامہ **ترجمان القرآن**، جون، جولائی 1952ء)، ص212۔

[34] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تحقیقاتی عدالت کے سامنے مولانا کا بیان نمبر 1**، (کراچی: دفتر جماعت اسلامی کراچی، سن ندارد)، ص45۔

[35] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **اشارات**، (لاہور: ماہنامہ **ترجمان القرآن**، جون، جولائی 1952ء)، ص299۔

[36] مودودی، **تحقیقاتی عدالت کے سامنے مولانا کا بیان نمبر 1**، ص45۔

[37] یہ اجلاس 16 جنوری سے 18 جنوری 1983ء تک جاری رہا۔ شرکاء میں مولانا مفتی محمد حسن، مولانا ابو الحسنات، مولانا ظفر احمد عثمانی سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا مفتی شفیع اہم ہیں۔

[38] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **قادیانی مسئلہ اور اس کے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی پہلو**، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1953ء)، ص55۔

[39] میاں طفیل محمد، **جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد**، ص77۔

[40] اس مجلس کے بنانے کا مقصد یہ تھا کہ صرف ملک بھر میں یہی مجلس تحریک ختم نبوت کے لیے کام کرے اور اس کے فیصلے کے مطابق کام کیا جائے۔

[41] میاں طفیل محمد، **جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد**، ص79۔

[42] ثروت صولت، **مولانا مودودی کی تقاریر**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، جنوری 1910)، 2/415۔

[43] میاں طفیل محمد، **جماعت اسلامی کی دستوری جدوجہد**، ص79۔

[44] ایضاً، ص80۔

[45] مجلس شوریٰ نے اس معاملہ کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کے بعد ایک ریزولوشن کی شکل میں ملک کے عوام سے یہ اپیل کی کہ وہ اس وقت اس مسئلہ کو ملتوی کر کے اپنی پوری توجہ اسلامی دستور بنوانے پر مرکوز کر دیں اور یہ کہ جب اسلامی دستور ہو گا تو قادیانی مسئلہ خود حل ہو جائے گا۔

[46] میاں طفیل محمد، **مولانا مودودی کی جماعت اسلامی**، ص80۔